© rasailojaraid.com

سیاست عادلہ

(اسلامی فکر کا مطالعہ)

مولانا سلطان احمد اصلاحی

روحانیت، اخلاق، معاشرت اور معیشت کی طرح معاصر دنیا کی سیاست بھی بے حال ہے۔ اسلام انسانیت کے اس دکھ کا بھی مداوا پیش کرتا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ آج کے دور میں فکر و نظر کی ترقی اور عقل اور تجربہ کی پختگی سے سیاست کے میدان میں بھی کافی اصلاح اور بہتری آئی ہے۔ جمہوریت کا ارتقاء، حکمراں اور عوام کے حقوق کا تعین، سیاست میں عوامی احتساب اور جمہوری ملکوں میں اقتدار کی پر امن منتقلی جیسے اصول و ضوابط اور عملی اقدامات آج کی بہتر سیاست کے قابلِ قدر مظاہر ہیں۔ مسلمان ممالک سمیت دنیا کے جن ملکوں میں اس پہلو سے کمیاں ہیں، اس ترقی کا فائدہ اٹھا کر ان کو اپنی کمیوں کو دور کرنا چاہیے اور پوری فراخ دلی کے ساتھ مطلوبہ اصلاحات کو قبول کرنا چاہیے۔ عقل اور تجربے سے ہر میدان کی طرح سیاست کے میدان میں بھی جو ترقی ہو اور اس کی جو جزئیات ترتیب پائیں وہ اگر اسلامی شریعت سے نہ ٹکرائیں تو وہ اسلام کے لیے ناقابل قبول نہ ہوں گی، بلکہ اسی کا ایک حصہ سمجھی جائیں گی اور پوری خوش دلی کے ساتھ ان کا استقبال کیا جائے گا۔ معاصر دنیائے سیاست کی ان بہت ساری خوبیوں کے اعتراف کے باوجود یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس کی کمیوں اور خرابیوں کا پلڑا اس کی اچھائیوں پر بھاری ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی آخری رہنمائی کے نور سے جب تک یہ منور نہیں ہوتی اپنی کم زوریوں اور خامیوں سے بھی اس کو رستگاری نصیب نہیں ہو سکتی ہے۔ اسلام اسی آخری خدائی رہنمائی کا دوسرا نام ہے۔ دیکھنا ہے کہ دورِ حاضر کی سیاست کو سنوارنے اور نکھارنے میں وہ کیا کردار ادا کرتا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

امیر و مامور کا اعتماد:

موجودہ دور کو اگر عقیدے کا بحران (Crisis of faith) کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ یہ بحران زندگی کے ہر حصے میں ہے۔ لیکن دورِ حاضر کی سیاست اس سے کچھ زیادہ ہی متاثر ہے۔ چناں چہ جمہوریت کی ترقی اور اس کے بہت سارے مثبت پہلوؤں کے باوجود آج حکم راں اور عوام کے درمیان اعتماد اور عقیدت کی غیر معمولی طور پر کمی پائی جاتی ہے۔ وہ ایک دوسرے پر بھروسہ کرنے کے بجائے انھیں شک کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ محبت اور خلوص کے بجائے ان کے درمیان نفرت کا جذبہ پایا جاتا ہے۔ باہم ہم دردی و بہی خواہی کے بجائے وہ ایک دوسرے کی بدخواہی میں مصروف اور اس کو نیچا دکھانے اور زک پہنچانے کے درپے نظر آتے ہیں۔ ضروری نہیں کہ اس صورت حال کے لیے کسی فریق کو ذمہ دار قرار دے دیا جائے اور سارا الزام صرف حکم راں طبقہ کے سر تھوپا جائے۔ اس کے بجائے حقیقت یہ ہے کہ اس کی ذمہ داری یکساں طور پر عوام اور حکم رانوں اور امراء و مامورین دونوں پر عائد ہوتی ہے۔ حالاں کہ بے اعتمادی اور بدگمانی کا یہ مرض اگر کسی چھوٹے سے گھر اور معمولی ادارے اور تنظیم میں پیدا ہو جائے تو یہ اس کے لیے سمِ قاتل ہوتا ہے۔ اس سے اس کی ترقی رکتی اور اس کے نظام کی تمام چولیں ہل جاتی ہیں۔ پھر اگر یہ مرض آج کے دور کے حکومت کے طاقت ور ترین، وسیع ترین اور عظیم ترین ادارے کے اندر پیدا ہو جائے تو اس کی تباہ کاریوں اور اس کی لائی ہوئی آفتوں کا تصور آسانی کے ساتھ کیا جا سکتا ہے۔ اسلام فرد، خاندان اور معاشرے کو عقیدے اور اعتماد کے اس بحران سے نجات دینے کے ساتھ، حکومت اور سیاست کو بھی اس سے نکالتا ہے۔ اس کے لیے وہ حکم راں اور عوام میں ہر ایک کے اندر مخصوص اوصاف کی آب یاری کرتا ہے جس کی وجہ سے دونوں کی راہ آسان ہوتی اور منزل تک پہنچنے میں کوئی دشواری باقی نہیں رہتی ہے۔

اسلام میں دین و دنیا کی تقسیم نہیں ہے۔ اس کے نزدیک حکم راں اور عوام کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تعلق نفع و خیر خواہی کا ہوتا ہے۔ چناں چہ ہر زمانے میں اللہ کی طرف سے قوم کے جو پیغمبر مبعوث ہوتے رہے ہیں وہی اس کے حاکم اور مطاع اور آج کی اصطلاح میں امیر اور رہبر رہے ہیں۔ سورۂ اعراف میں حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر حضرت شعیب علیہ السلام تک پوری انبیائی کہکشاں نے اپنی قوم کے سامنے اپنی یہی حیثیت پیش کی کہ وہ اس کے خیر خواہ اور اس کا دل سے بھلا چاہنے والے ہیں:

اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَاَنْصَحُ لَكُمْ (اعراف:۶۲)	تم تک اپنے رب کا پیغام پہنچاتا ہوں اور تمہاری بھلائی چاہتا ہوں۔
وَقَالَ یٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ (اعراف:۹۳)	اور شعیبؑ نے کہا اے میری قوم کے لوگو! میں نے تم تک اپنے رب کا پیغام پہنچا دیا اور تمہاری خیر خواہی کا حق ادا کر دیا۔

اس کی روشنی میں اگر امیر اور حاکم کا یہ منصب ہے کہ وہ اپنے زیرِ نگرانی عوام کا بھلا چاہنے والا ہو تو ماموریں اور ماتحتوں کا معاملہ اس سے مختلف نہیں ہے۔ اس کا بیان سورۂ توبہ میں ہے۔ جہاں کم زوروں، مریضوں اور ناداروں کو اس کی اجازت دی گئی ہے کہ وہ راہ خدا میں ہونے والی جنگ میں شریک نہ ہوں۔ لیکن اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا خیر خواہ اور وفادار رہنا ان کے لیے ہر حال میں ضروری ہے۔ اس کے بعد ہی ان کا شمار اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ نکوکاروں 'محسنین' میں ہو سکتا ہے:

لَیْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى وَلَا عَلَى الَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ مَا یُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ مَا عَلَى الْمُحْسِنِیْنَ مِنْ سَبِیْلٍ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (توبہ:۹۱)	کم زوروں، بیماروں اور نہ ان لوگوں پر جن کے پاس (جنگ میں) خرچ کرنے کے لیے پیسہ نہیں ہے، ان کے لیے حرج نہیں ہے (کہ وہ جہاد میں شریک نہ ہوں) بشرطے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے خیر خواہ رہیں، ایسے خوب کاروں کا مواخذہ نہیں ہے اور اللہ بڑا بخشنے والا، رحم کرنے والا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

امیر و مامور کے اس باہمی اعتماد کا تذکرہ قرآن میں دیگر مقامات پر بھی ہے۔ سورۂ آل عمران میں آپ ﷺ کے منصب نبوت کے حوالہ سے اس کی تردید ہے کہ ادنیٰ سے ادنیٰ درجے میں اپنے عوام کے لیے آپؐ کے اندر کسی قسم کا کھوٹ اور بدخواہی کا شائبہ ہوسکتا ہے:

وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ. (آیت:۱۶۱)

کسی نبی کے شایانِ شان نہیں کہ وہ (اپنے پیروکاروں کے تئیں) کھوٹ کو روا رکھے۔ اور جو کوئی کھوٹ کی راہ اپنائے گا وہ قیامت کے دن اپنے کھوٹ کے ساتھ حاضر ہوگا۔ پھر ہر شخص کو اس کے کیے کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان کے ساتھ کوئی کٹوتی نہیں کی جائے گی۔

اس آیت سے پہلے اپنے پیروکاروں کے لیے آپؐ کی غیر معمولی مہر و محبت، نرم خوئی اور عفو و درگذر اور استغفار و مشاورت کا تذکرہ ہے جس سے بڑھ کر باہمی اعتماد اور اپنائیت کا دوسرا ثبوت نہیں ہوسکتا ہے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ (آل عمران: ۱۵۹)

تو (اے پیغمبرؐ) آپ محض اللہ کے احسان کے باعث اپنے پیروکاروں کے لیے نرم خو ہیں، اس کے بجائے اگر آپؐ درشت خو اور سخت دل ہوتے تو لوگ آپؐ کے پاس سے چھٹ جاتے، تو آپؐ ان کے ساتھ عفو و درگذر کا معاملہ کیجیے (اللہ سے) ان کی معافی طلب کرتے رہیے، معاملات میں ان سے مشورہ کیجیے۔ پھر جب آپ رائے بنا لیجیے تو اللہ پر بھروسہ کیجیے (اور آگے بڑھیے)۔ بلاشبہ اللہ بھروسہ کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔

آپؐ کی اسی صفت کا بیان دوسرے مقام پر اس طرح ہے:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لَقَدْ جَاءَ کُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَاعَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُ وْفٌ رَّحِیْمٌ (توبہ: ۱۲۸) لے

تمہارے پاس تمہارے درمیان سے وہ رسول آ گیا ہے جس کے لیے تمہارا نقصان میں پڑنا سخت بھاری ہے اور وہ تمہیں ہر طرح سے فائدہ پہنچانا چاہتا ہے۔ دراصل وہ مسلمانوں کے لیے شفقت و رحمت کا پتلا ہے۔

سورۂ احزاب میں آپؐ کے سلسلے میں اس سے بھی آگے کی بات کہی گئی ہے اور وہ یہ کہ اہل ایمان اور آپ کے متبعین کی بھلائی اور بہتری کا آپؐ کو اتنا لحاظ اور اس کے لیے اتنی فکر مندی ہے جتنی کہ اس کے افراد کی خود اپنے لیے نہیں ہو سکتی ہے۔

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهٰتُهُمْ (آیت:۶)

نبی کو مسلمانوں کی اس سے زیادہ فکر ہے جتنی کہ ان کو اپنی ہو سکتی ہے اور اس کی بیویاں ان کی ماؤں کے درجے میں ہیں۔

ذخیرۂ حدیث میں اس کی مثالیں موجود ہیں کہ آپؐ نے اپنے اس مرتبہ و مقام کو عملاً ثابت کر دکھایا ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت عبد اللہ بن جابرؓ کی روایت ہے کہ اپنے اصحابؓ میں سے کسی کے متعلق آپ کو یہ اطلاع پہنچی کہ انھوں نے اپنی موت کے بعد اپنے غلام کو آزاد کر دیا ہے، ۲؎ جب کہ ان کے پاس اس کے علاوہ دوسرا اور کوئی مال نہیں ہے۔ آپؐ نے اپنے کمال شفقت سے ان کے اس فیصلے کو بدلواتے ہوئے اس غلام کو آٹھ سو درہم میں فروخت کر دیا اور اس رقم کو ان تک پہنچوا دیا۔ ۳؎ اس سلسلے کا دوسرا واقعہ بھی صحیح بخاری ہی میں ہے۔ صحابی رسول حضرت عبد اللہ بن سہلؓ کے قتل کے واقعہ میں ثبوت مکمل نہ ہونے کی وجہ سے ان کے بھائی حویصہؓ، محیصہؓ اور عبد الرحمٰن بن سہلؓ خیبر کے یہود سے دیت حاصل کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے تو اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی طرف سے ان حضرات کو سو اونٹنیوں کی دیت ادا فرما دی۔ ۴؎

نبی ﷺ کی احادیث میں اس مضمون کی مزید وضاحت ہے۔ جہاں حکم رانوں اور عوام کو ایک دوسرے کا ہم درد و بھی خواہ ہونے کی تاکید ہے۔ حکم رانوں کے سلسلے میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نبی ﷺ کی مشہور حدیث ہے۔ صحابیٔ رسولؐ حضرت معقل بن یسارؓ نے حضرت عبید اللہ بن زیاد کو یہ حدیث اس وقت سنائی جب کہ وہ ان کے مرض الموت میں ان کی عیادت کے لیے گئے تھے۔

ما من عبد یسترعیه الله رعیة فلم یحطها بنصحه لم یجد رائحة الجنة ۵

اللہ تعالیٰ جس بندے کو کچھ لوگوں پر حکم راں بنائے اور وہ ہر طرح سے ان کی بھلائی کے لیے مستعد نہ ہو تو اس کو جنت کی خوشبو نصیب نہ ہوگی۔

اسی موقع پر یہ حدیث الفاظ کے تھوڑے فرق کے ساتھ بھی ہے جس سے اس کے مفہوم کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے:

ما من والٍ یلی رعیة من المسلمین فیموت وهو غاشّ لهم الّا حرم الله علیه الجنة ٦

مسلمان عوام کا جو حکم راں ہو اور اس کو اس حال میں موت آئے کہ وہ ان کے ساتھ کھوٹ کرنے والا (اور ان کا بدخواہ) ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے اوپر جنت کو حرام قرار دیدیں گے۔

صحیح مسلم میں یہ حدیث ان لفظوں میں ہے جس سے اس کا مطلب مزید نکھرتا اور واضح ہوتا ہے:

ما من أمیر یلی أمر المسلمین ثم لا یجهد لهم وینصح الّا لم یدخل معهم الجنة ۷

مسلمانوں کے معاملات کا جو ذمہ دار ہو اس کے باوجود وہ ان کے لیے محنت نہ کرے اور ان کا خیر خواہ نہ ہو تو اس کو ان کے ساتھ جنت کا داخلہ نصیب نہیں ہوگا۔

یہ تاکید امراء کے لیے ہے۔ مامورین کا معاملہ اس سے مختلف نہیں ہے۔ ان کو بھی اپنے امیر و خلیفہ کا پوری طرح وفادار رہنا چاہیے اور اس کی اطاعت و پیروی کو دنیوی مفاد کے تابع نہیں بنانا چاہیے کہ مفاد پورا ہو تو وہ اس کی بات مانیں اور مقصد حاصل نہ ہو تو اس کی بے وفائی میں ان کو کوئی تردد نہ ہو۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

روپے کے خلاف سخت وعید سنائی ہے۔ قیامت کے دن ایسا شخص اللہ تعالیٰ کی ہم کلامی اور اس کی توجہ سے محروم ہوگا، جس سے بڑھ کر کسی دوسری بدنصیبی اور محرومی کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت سے اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے:

ثلاث لایکلّمھم اللہ یوم القیامۃ ولایزکیھم ولھم عذاب الیم...... ورجل بایع اماماً لا یبایعہ الالدنیاہ، إن اعطاہ مایرید وفی لہ، والّا لم یف لہ ۸

تین طرح کے لوگ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بات کرے گا، نہ ان کو پاک صاف کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا...... انہی میں سے ایک وہ شخص ہے جو کسی امام سے صرف اپنی دنیوی غرض کے لیے 'بیعت' کرے، کہ اس سے اگر اس کو اپنی من پسند چیز مل جائے تب تو اس کا وفادار ہو، ورنہ اس کا وفادار باقی نہیں رہے۔

اسلام کی تعلیمات میں اسی کا دوسرا نام نصیحت اور خیر خواہی ہے، جس کے سلسلے میں مسلمانوں کو عام طور پر ایک دوسرے کا ہمدرد و بہی خواہ ہونے کے ساتھ خاص طور پر اپنے ائمہ اور امراء کے ساتھ بے لوث اور بے غرض رویہ اختیار کرنے کی تاکید کی گئی ہے، اس کی غیر معمولی اہمیت کو واضح کرنے کے لیے آپ ﷺ نے اسے نفس دین سے تعبیر فرمایا ہے:

عن تمیم الداری ان النبی ﷺ قال الدین النصیحۃ قلنا لمن قال للہ ولکتابہ ولرسولہ ولائمۃ المسلمین وعامتھم ۹

حضرت تمیم داریؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: دین نصح و خیر خواہی کا نام ہے۔ ہم نے پوچھا کس کے لیے؟۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا اللہ کے لیے، اس کی کتاب کے لیے، اس کے رسول کے لیے اور مسلمانوں کے حکمرانوں اور ان کے عوام کے لیے۔

اس حدیث میں 'نصیحت' کا جو لفظ ہے اس کے متعلق کہا گیا ہے کہ یہ 'نصح

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الرجل ثوبه ' (آدمی نے اپنے کپڑے کی رفوگری کی) سے 'رفوگری' کے معنی میں ہے۔ جس طرح آدمی اپنے کپڑے کی رفوگری کر کے اس کی اصلاح کرتا اور اس کے نقص کو دور کرتا ہے، یہی کام نصیحت گر اپنے نصیحت کردہ کے ساتھ کرتا ہے۔ دوسری توجیہ میں اسے 'نصحت العسل ' سے ماخوذ بتایا گیا ہے۔ آدمی جب شہد سے موم کو الگ کرتا ہے تو اس کے اس عمل کو 'نصیحت' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس صورت میں نصیحت کا مطلب یہ ہے کہ آدمی خالص شہد کے مانند اپنے نصیحت کردہ کی نسبت سے کھوٹ اور ملاوٹ سے پاک بات کہے۔[۱۰] آگے حدیث میں اللہ، اس کی کتاب اور اس کے رسول کے سلسلے میں نصیحت کا مطلب ہے کہ آدمی کا اللہ پر سچا ایمان ہو، پورے خلوص کے ساتھ اس کی کتاب کے ہمہ جہتی تقاضوں کو پورا کرے، اس کے رسول سے اسے دلی محبت ہو اور وہ دل و جان سے ان کی اطاعت اور پیروی کا حق ادا کرے۔ اس کے بعد ائمہ مسلمین اور ان کے عوام کے ساتھ نصیحت کرنے کا تذکرہ ہے۔ اس کے سلسلے میں آج سے چھ سات سو سال قبل کے زمانے کے پس منظر میں جو کچھ کہا گیا ہے، اس سے آج کے دور میں اس کی وسعت و جامعیت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ صحیح مسلم کے شارح امام نوویؒ م ۶۷۶ھ کے الفاظ اس کے متعلق یہ ہیں:

وأما النصيحة لائمة المسلمين فمعاونتهم على الحق وطاعتهم فيه وأمرهم به وتنبيههم وتذكيرهم برفق ولطف وإعلامهم بما غفلوا عنه ولم يبلغهم من حقوق المسلمين وترك الخروج عليهم وتالف قلوب الناس لطاعتهم.[۱۱]

جہاں تک ائمہ مسلمین کے لیے نصح و خیر خواہی کا سوال ہے تو اس کا مطلب ہے حق کے معاملے میں ان کی مدد کرنا، اس کے سلسلے میں ان کی بات ماننا، ان کو اس کا حکم دینا اور نرمی اور ملاطفت سے ان کو اس پر متنبہ کرنا اور اس کی یاددہانی کرانا اور ان کی کوتاہیوں پر ان کو باخبر کرنا اور مسلمانوں کے جو حقوق وہ ادا کرنے سے قاصر رہے ہیں ان سے ان کو آگاہ کرنا، ان کے خلاف بغاوت سے باز رہنا اور لوگوں کو آمادہ کرنا کہ وہ دل سے ان کی اطاعت اور پیروی کا حق ادا کریں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آگے اسی سلسلے میں شارح سنن ابوداؤد صاحب معالم السنن امام خطابیؒ (م ۳۸۸ھ) کے حوالہ سے فرماتے ہیں:

قال الخطابی رحمه الله ومن النصيحة لهم الصلاة خلفهم والجهاد معهم وأداء الصدقات اليهم وترك الخروج بالسيف عليهم اذا ظهر منهم حيف أوسوء عشرة وان لايغزوا بالثناء الكاذب عليهم وأن يدعىٰ لهم بالصلاح. ۱۲

امام خطابیؒ کہتے ہیں کہ مسلمان حکم رانوں کے ساتھ نصح و خیر خواہی میں یہ سب شامل ہے کہ ان کے پیچھے نماز پڑھی جائے ، ان کے ساتھ مل کر جہاد کیا جائے ، ان کو زکوٰۃ ادا کی جائے اور ان کی طرف سے ظلم وزیادتی اور بدسلوکی کا مظاہرہ ہو تو بھی ان کے خلاف مسلح بغاوت سے گریز کیا جائے ، اسی طرح ان کی جھوٹی تعریف سے ان کو دھوکے میں مبتلا نہ کیا جائے اور ان کو بھلائی اور بہتری کی راہ دکھائی جاتی رہے۔

اسی طرح عامۃ المسلمین کی نصیحت کی تشریح میں امام نوویؒ کا کہنا ہے:

وأما نصيحة عامة المسلمين وهم من عداولاة الأمر فارشادهم لمصالحهم فی آخرتهم ودنياهم وكف الأذىٰ عنهم فيعلمهم ما يجهلونه من دينهم ويعينهم عليه بالقول والفعل وستر عوراتهم وسدّ خلاتهم ودفع المضار عنهم وجلب المنافع لهم وامرهم بالمعروف ونهيهم عن المنكر برفق وإخلاص والشفقة عليهم وتوقير كبيرهم ورحمة صغير

جہاں تک حکم رانوں کے علاوہ عام مسلمانوں کے ساتھ نصح و خیرخواہی کا سوال ہے تو اس میں یہ سبھی باتیں شامل ہیں۔ ان کی دنیا و آخرت کی مصلحتوں کی طرف ان کو متوجہ کرنا اور ان کو کسی طرح کی تکلیف پہنچانے سے باز رہنا، چناں چہ آدمی کو چاہیے کہ دین کی جو باتیں وہ نہ جانتے ہوں وہ ان کو بتائے اور دین پر عمل کرنے کے لیے ان کو زبان اور عمل دونوں سے مدد پہنچائے ، ان کے عیوب کی پردہ پوشی کرے، ان کی کمیوں کو دور کرے، ان کو نقصان سے بچائے اور انھیں فائدہ پہنچائے ، ان کو بھلائی کا حکم دے اور نرمی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

هم وتخوّلهم بالموعظة الحسنة وترك غشّهم وحسدهم وان يحب لهم مايحب لنفسه من الخير ويكره لهم ما يكره لنفسه من المكروه والذب عن أموالهم وأعراضهم وغير ذٰلك من أحوالهم بالقول والفعل وحثّهم على التخلّق بجميع ماذكرناه من أنواع النصيحة وتنشيط هممهم الى الطاعات وقد كان فى السلف رضى الله عنهم من تبلغ بهاالنصيحة الى الاضرار بدنياه والله اعلم. [۱۳]

اور خلوص کے ساتھ برائی سے روکے۔ ان کے ساتھ مہربانی سے پیش آئے، ان کے بڑوں کی عزت کرے اور ان کے چھوٹوں کے ساتھ شفقت رکھے، وقفہ وقفہ سے ان کو بھلی نصیحت کرے اور ان کے ساتھ کھوٹ اور حسد کا معاملہ کرنے سے باز رہے۔ اور جس بھلائی کو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے اسی کو ان کے لیے پسند کرے اور جس برائی کو اپنے لیے ناپسند کرتا ہے ان کے لیے بھی اس کو اسی طرح ناپسند کرے۔ اور ان کے مال اور ان کی عزت و آبرو کو بچانے کی کوشش کرے۔ اس طرح ان کے دیگر احوال میں زبان اور عمل سے ان کا مددگار بنے۔ اسی طرح وہ ان کو آمادہ کرے کہ بھلائی اور خیر خواہی کی ان تمام باتوں کو وہ اپنالیں اور طاعت و بندگی کے لیے ہر وقت اپنے کو کمر بستہ رکھیں۔ سلف صالح میں ایسے لوگ تھے جو اس نصیحت اور خیر خواہی کی وجہ سے بسااوقات اپنی دنیا کا نقصان کرلیتے تھے۔ واللہ اعلم۔

امیر و مامور کی ایک دوسرے کے لیے نصیحت اور خیر خواہی کے سلسلے میں یہ جو کچھ کہا گیا ہے، خلیفۂ دوم حضرت عمر فاروق اعظمؓ کے ایک خطبہ میں ان دونوں باتوں کو بڑی جامعیت کے ساتھ سمیٹا گیا ہے۔ رعایا کے ایک حصے کی طرف سے اپنے حکام اور امراء کے سلسلے میں ان تک شکایت پہنچی کہ وہ صحیح ڈھنگ سے کام نہیں کر رہے اور اپنی ذمہ داریوں کو ٹھیک طریقے ادا نہیں کر رہے ہیں، اس پر آپؓ نے عمال کو طلب کیا اور اللہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد یہ بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا، جس میں حکم راں اور عوام دونوں کے لیے ان کے حقوق وفرائض کی جامع نشان دہی کی گئی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:

ایھا الناس ایتھا الرعیة ان لنا علیکم حق النصیحة بالغیب والمعاونة علی الخیر ایتھا الرعاة ان للرعیة علیکم حقاً فاعلموا انه لاشئی أحبّ الی الله ولا أعزّ من حلم إمام ورفقه ولیس جھل أبغض الی الله ولا أغمّ من جھل إمام وخرقه واعلموا أنه من یأخذ بالعافیة فیمن بین ظھریه یرزق العافیة ممن ھو دونه [۱۲]

اے لوگو! اور اے عوام! ہمارا تمہارے اوپر ایک ضروری حق ہے، اور وہ یہ کہ تم پیٹھ پیچھے ہماری خیرخواہی کروگے اور بھلائی کے کاموں میں ہماری مدد کروگے۔ اسی طرح اے حکم رانو! عوام کا بھی تمہارے اوپر ضروری حق ہے۔ جان لو کہ کسی حکم راں کی برد باری اور اس کی نرمی سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں جو اللہ کو محبوب اور عزیز ہو، اسی طرح کسی حکم راں کی نادانی اور اس کے پھوہڑ پن سے بڑھ کر کوئی نادانی نہیں جو اللہ کو مبغوض اور رنجیدہ کرنے والی ہو۔ اور جان رکھو کہ جو شخص اپنے سامنے کے لوگوں کے ساتھ امن و عافیت کا معاملہ رکھتا ہے تو اپنے پیٹھ پیچھے لوگوں سے اس کو ایسی ہی عافیت اور امن نصیب ہوتا ہے۔

اس کے آئینے میں امیر و مامور کے غیر معمولی اعتماد و تعاون اور ان کے مخلصانہ تعلقات کی پاکیزگی اور شفافیت کی جو تصویر ابھرتی ہے آج کی بے خدا سیاست میں اس کا تصور کرنا بھی مشکل ہے۔ لیکن معاصر دنیا کی سیاست کی اصلاح میں یہ اسلام کے کردار کی ابتداء ہے۔ اس سے آگے وہ نیچے سے اوپر اور جڑ سے لے کر چوٹی تک ایک ایک کرکے اس کی کمیوں او رخامیوں کو دور کرتا اور اس کو غیر معمولی رفعتوں اور بلندیوں سے ہم کنار کرتا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

امانت کا تصور:

امیر و مامور کے اس اخلاص و اعتماد کے ساتھ دنیا کی سیاست کی کامیابی اس حقیقت سے وابستہ ہے کہ اس میں امانت کا تصور پیدا ہو جائے۔ حکم راں اور عوام ہر ایک کے دل و دماغ میں یہ بات اچھی طرح سے بیٹھ جائے کہ سیاست اور اقتدار ایک امانت ہے۔ نظام ملکی کو چلانے کے لیے نیچے سے لے کر اوپر تک اور چھوٹے سے چھوٹے منصب سے لے کر بڑے سے بڑے عہدے تک اگر اپنے حاکم اور سربراہ کو منتخب کرنے کا آدمی کو اختیار حاصل ہے، تو یہ اختیار بھی امانت ہے اور اس امانت کو اس کے مستحق تک پہونچانے کا مطلب ہے کہ کسی بھی عہدے اور منصب کے لیے اسی شخص کا انتخاب کیا جائے جو ہر طرح سے اس کی اہلیت رکھتا ہو اور اس کے اندر متعلقہ ذمہ داریوں کو ادا کرنے کی بھرپور صلاحیت پائی جاتی ہو۔ میونسپلٹی اور کارپوریشن سے لے کر اسمبلی اور پارلیمنٹ کی ممبری اور وزیر اعظم اور صدر جمہوریہ تک ہر جگہ اسی 'امانت' کے تصور کو جاری و ساری ہونا چاہیے اور اس کے سلسلے میں ذاتی، گروہی، نسلی اور لسانی ہر طرح کی عصبیت اور جانب داری سے اوپر اٹھ کر خالص اہلیت اور صلاحیت کی بنیاد پر امیر اور حاکم کا انتخاب کیا جانا چاہیے۔ اس کے بعد ہی دنیا میں عدل و انصاف کے مطابق معاملات کا فیصلہ ہو سکے گا جس کے بغیر عمدہ سیاست اور اچھی حکم رانی کا تصور نہیں کیا جاسکتا ہے۔ اس پس منظر میں سورۂ نساء کی آیت کریمہ کی تلاوت کیجیے:

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمٰنٰتِ إِلٰى أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ إِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعاً بَصِيْراً (النساء:۵۸)	بلاشبہ اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ تم امانتوں کو ان کے مستحقین تک پہنچاؤ اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو، بلا شبہ یہ بہترین نصیحت ہے جو اللہ تم کو کرتا ہے۔ بلاشبہ اللہ بڑا سننے والا، دیکھنے والا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فتح مکہ کے موقع پر خانۂ کعبہ کی کنجی کی حوالگی کے حوالہ سے تفسیروں میں اس آیت کریمہ کا ایک خاص پسِ منظر بیان کیا گیا ہے، لیکن ہر جگہ اس کی صراحت ہے کہ یہ آیت اس واقعہ کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ یہ دین و دنیا کی امانتوں کے لیے عام ہے۔ چنانچہ امام رازیؒ کے یہاں اس کی تفسیر کی ابتداء ہی اس سے ہے:

أمر المؤمنين في هذه الآيه بأداء الأمانات في جميع الأمور سواء كانت تلك الأمور من باب المذاهب والديانات أومن باب الدنيا والمعاملات ۱۵

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں مسلمانوں کو تمام معاملات میں امانتوں کو (ان کے مستحقین تک) پہنچانے کا حکم دیا ہے، خواہ یہ معاملات مذہب اور اخلاق سے متعلق ہوں یا دنیا اور معاملات سے۔

فتح مکہ کے بعد خانہ کعبہ کی چابی کے حوالگی کے واقعہ کی تفصیل کے بعد 'امانت' کے مختلف پہلوؤں کی وضاحت کرتے ہوئے امام رازیؒ دوبارہ اس کی وسعت اور عموم کا تذکرہ کرتے ہیں:

اعلم أن نزول هذه الآية عند هذه القصة لايوجب كونها مخصوصة بهذه القضية بل يدخل فيه جميع أنواع الأمانات ۱۶

جاننا چاہیے کہ اس واقعہ کے موقع پر اس آیت کریمہ کے نزول کا یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ اسی معاملے کے ساتھ خاص ہے، بلکہ اس کے اندر دوسری تمام طرح کی امانتیں اسی طرح شامل ہیں۔

امام رازی سے پہلے صاحب کشاف کے یہاں بھی عموم کا بیان ان الفاظ میں ہے:

الخطاب عام لكل أحد في كل أمانة ۱۷

یہ خطاب ہر شخص کے لیے اور ہر طرح کی امانت کے معاملے کے لیے عام ہے۔

دیگر مفسرین کا معاملہ اس سے مختلف نہیں ہے۔ تفسیر ابن کثیر میں ہے:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وهو يعمّ جميع الأمانات الواجبة على الناس من حقوق الله عزو جل علىٰ عباده...... ومن حقوق العباد بعضهم علىٰ بعض......۱۸؎	اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اپنے بندوں پر جو حقوق ہیں ان سے متعلق لوگوں پر جو تمام طرح کی امانتیں واجب ہوتی ہیں وہ اس کے اندر شامل ہیں......اسی طرح بندوں کے ایک دوسرے پر جو حقوق ہو سکتے ہیں وہ بھی اسی طرح اس کے دائرے میں آتے ہیں۔

مفسر ابو العالیہؒ کی اس تفسیر میں بھی اس کا یہی عموم برقرار ہے:

الأمانة ما أمروا به ونهوا عنه ۱۹؎	امانت کا مطلب ہے ہر وہ بات جس کا لوگوں کو حکم دیا گیا ہے یا جس سے ان کو منع کیا گیا ہے۔

حضرت ربیع بن انسؒ کا بھی اس کے سلسلے میں یہی کہنا ہے:

هي من الأمانات فيما بينك و بين الناس ۲۰؎	تمہارے اور لوگوں کے درمیان جو کسی طرح کی امانت ہو سکتی ہے وہ سب اس میں شامل ہے۔

حافظ ابن کثیرؒ اوپر کے واقعہ کو تفصیل سے بیان کرنے کے بعد پھر فرماتے ہیں:

وهذا من المشهورات أن هذه الآية نزلت في ذلك وسواء كانت نزلت في ذلك أولا فحكمها عام. ۲۱؎	یہ بات بہت مشہور ہے کہ یہ آیت کریمہ اس خاص واقعہ کے سلسلے میں نازل ہوئی، تو چاہے وہ اس سلسلے میں نازل ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو لیکن اس کا حکم عام ہے۔

یہاں تک کہ متاخرین میں صاحب جلالین بھی آیت کے مخصوص شانِ نزول کو پورے اہتمام سے نقل کرنے کے بعد اس صراحت کو ضروری خیال کرتے ہیں:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

والآية وإن وردت علىٰ سبب خاص فعمومها معتبر لقرينة الجمع ۲۲

آیتِ کریمہ کا نزول چاہے کسی خاص سبب کے تحت ہوا ہو لیکن اس کے حکم کے عام ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہوسکتا۔ اس لیے کہ اس میں صیغۂ جمع کا استعمال ہوا ہے۔

بلا شبہ اس 'امانت' میں سرفہرست روپے پیسے اور مال کی نوعیت کی چیزوں کی ادائیگی ہے۔ جس کسی کے پاس ایسی کوئی امانت ہو وہ حسب وعدہ متعلق شخص کو مقرر شرطوں کے مطابق بے کم و کاست اس کے حوالہ کرے، جیسا کہ تفسیر میں اسی اہتمام سے اس کا تذکرہ ہے۔۲۳ اسی طرح خدا اور بندوں کے حوالہ سے اس امانت کی تفصیلات میں بھی کافی وسعت ہے جس پر تفصیلی گفتگو کی گئی ہے۔۲۴ اس کی روشنی میں حکم رانوں کے انتخاب میں امانت و دیانت کی ہماری اوپر کی تشریح کی پوری گنجائش نکلتی ہے۔ اسی طرح آیتِ کریمہ کے اگلے ٹکڑے، جس میں لوگوں کے درمیان عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنے کا حکم ہے، اس کے متعلق کہا گیا ہے کہ اس کا تعلق امراء اور حکام سے ہے کہ نزاعات کے فیصلے میں ان کا قدم جادۂ انصاف سے نہ ہٹے۔۲۵ لیکن آیت کے عموم سے اس کی پوری گنجائش نکلتی ہے کہ ان دونوں احکام ''اداء امانت اور انصاف کے ساتھ فیصلہ'' کو حکم راں اور عوام دونوں کے لیے یکساں طور پر عام رکھا جائے۔ عوام اپنے حکم رانوں کا کامل امانت داری کے ساتھ انتخاب کریں اور اس کا فیصلہ کرنے میں ذرّہ برابر بے انصافی اور جانب داری میں مبتلا نہ ہوں۔ اسی طرح حکم راں اس طرح منتخب ہوجانے کے بعد اپنے عوام کے سلسلے میں ان کی ہمہ جہتی امانتوں کی ادائیگی میں چوکس ہوں۔ خزانے اور اقتدار کی جو امانت ان کے پاس ہے اپنے عوام کے لیے اس کی تقسیم اور ادائیگی میں معمولی سے معمولی درجے میں خیانت اور بے انصافی کا ارتکاب نہ ہونے دیں۔ سیاست میں اس طرح جب امانت کی روح جاری و ساری ہوجائے گی تو عوام کے لیے اپنے حکم رانوں کی بے لوث اطاعت میں کوئی رکاوٹ نہ ہوگی۔ اور شریعت کے قرار دادہ دین و دنیا کے دوگونہ مقاصد کی تکمیل کے لیے بلا شبہ ان کی پیروی بالواسطہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی پیروی کے مترادف ہوگی۔ چناں چہ آگے ارشاد ہوا:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا (النساء:۵۹)

اے مسلمانو! اللہ کی بات مانو اور رسولؐ کی بات مانو، اسی طرح اپنے میں سے اصحاب امر کی۔ پھر اگر تمہارا کسی بات میں جھگڑا ہو جائے تو اس کو اللہ اور رسول کی طرف پلٹاؤ، اگر تم اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو۔ یہ تمارے لیے زیادہ بہتر اور انجام کار کے لحاظ سے خوب تر ہے۔

یہ آیتِ کریمہ معاصر دنیا کی سیکولر سیاست کے لیے نشانِ عبرت ہے جس میں سب سے پہلے سیاست کو اطاعتِ الٰہی کا کلمہ پڑھایا گیا ہے۔ اسلام میں دین و دنیا کی تقسیم نہیں ہے۔ اور ایک سچا مسلمان اپنی زندگی کے ہر معاملے کی طرح سیاست میں امرِ رب کا پابند ہوتا ہے۔ اسی کے بطن سے رسول کی اطاعت جنم لیتی ہے۔ اور انسان کی اجتماعی اور سیاسی زندگی میں ان دونوں کے منشاء و مراد کی تکمیل وقت کے امیر اور خلیفہ کے ذریعہ ہوتی ہے جس کا درجہ بدرجہ ہر زمانے کے لحاظ سے نیچے سے اوپر تک الگ الگ نظام ہوتا ہے۔ خلیفۂ وقت اور امیر زمانہ کی توثیق سے اس پورے نظام کی پیروی خلیفہ اور امیر کی پیروی کے مترادف ہوتی ہے۔ اگلے فقرے میں اسی سے متعلق ایک عملی دشواری کا حل تجویز ہوا ہے جو اسلام کی سیاست عادلہ کو رفعت و بلندی کے اس مقام پر لے جاتا ہے جس کا آج کے دور کی ترقی یافتہ جمہوریتیں بھی خواب دیکھنے سے قاصر ہیں، اور وہ یہ کہ حکومت اور سیاست کے اس نظام میں نیچے سے اوپر تک جس مرحلے میں بھی حکم راں اور عوام، یا عوام اور عوام میں سے جن کے درمیان کوئی اختلاف اور نزاع ہو جائے تو اس کے فیصلے کے لیے براہ راست اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف رجوع کیا جائے، اور رسول اللہ ﷺ کے انتقال کے بعد آپ کی سنت اور طریقے کی طرف رجوع کیا جائے جیسا کہ تفسیر میں ہر جگہ اس موقع پر اس کی صراحت ہے۔ ۲۶
اس موقع پر دیکھنے کی چیز یہ ہے کہ امیر و مامور کے اختلاف اور نزاع کی صورت میں حکم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صرف قرآن و سنت کو تسلیم کیا گیا ہے، جس کا مطلب ہے کہ ایسی ہر صورت میں معاملہ غیر جانب دار عدلیہ کی طرف منتقل ہوگا جس پر خلیفۂ وقت اور امیرِ زمانہ کا کوئی دباؤ نہ ہو اور فریادی کو بے لاگ انصاف کی ضمانت حاصل ہو سکے، جیسا کہ اسلام کی صدرِ اول کی تاریخ اس کی روشن مثالوں سے معمور ہے۔ ۲۷ بے لاگ انصاف کی اسی صورت میں سیاست میں 'امانت' کے اسلامی تصور کی تکمیل ہوتی ہے اور بلاشبہ اس تفصیل کے ساتھ امیر کی اطاعت بالواسطہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کے مترادف ہو جاتی ہے، جیسا کہ حدیث میں اس کی صراحت ہے:

من أطاعني فقد أطاع الله ومن عصاني فقد عصى الله، ومن أطاع أميري فقد أطاعني ومن عصى أميري فقد عصاني. ۲۸

جس نے میری بات مانی اس نے اللہ کی بات مانی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے میرے امیر کی بات مانی اس نے میری بات مانی اور جس نے میرے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔

اسی موقع پر اسلام میں امیر و مامور کے پاکیزہ ترین رشتے کو نمایاں کرنے والی آپؐ کی دوسری حدیث بھی ہے جس سے آخری محمدی شریعت میں سیاست میں امانت کے تصور کی مزید تشریح ہوتی ہے:

ألا کلّکم راعٍ وکلّکم مسئول عن رعيته فالإمام الذي على الناس راعٍ وهو مسئول عن رعيته، والرجل راعٍ على أهل بيته وهو مسئول عن رعيته، والمرأة راعية على أهل بيت زوجها وولده وهي مسئولة عنهم، وعبد الرجل راعٍ على

سن لو، تم میں سے ہر شخص نگراں ہے اور اپنے ماتحت کے بارے میں جواب دہ ہے۔ تو جو لوگوں کا حکمراں ہے وہ بھی ان کا نگراں ہے اور اپنے ماتحت کے بارے میں جواب دہ ہے۔ اسی طرح مرد اپنے گھر والوں کا نگراں ہے اور اپنے ماتحتوں کے سلسلے میں جواب دہ ہے۔ اور عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کی اولاد کی نگراں ہے اور ان کی بابت جواب دہ ہے۔ اسی طرح آدمی کا غلام اپنے آقا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مال سیدہ وھو مسئول عنه، ألاَ فكلّكم راعٍ وكلّكم مسئول عن رعيته . ۲۹؎

کے مال کا نگراں ہے اور اس کی بابت جواب دہ ہے۔ تو سن لو تم میں سے ہر شخص نگراں ہے اور تم میں سے ہر شخص اپنے ماتحت کے سلسلے میں جواب دہ ہے۔

سیاست میں امانت اور نگرانی کا یہی تصور تھا جس نے خلافتِ راشدہ کے زمانہ میں حضرت عمر فاروق اعظمؓ کی رات کی نیندیں اڑا دی تھیں اور ریاست کے سرکاری خزانہ کے سلسلے میں ان کو غیر معمولی طور پر حسّاس بنادیا تھا جس کا ایک ایک واقعہ آج کی بے خدا اور کرپٹ سیاست کے لیے تازیانۂ عبرت کا کام دے سکتا ہے۔ علامہ ابن جوزیؒ کی سیرۃ عمرؓ میں خلیفہ دومؓ کی بیوی حضرت عاتکہؓ کے حوالہ سے آپؓ کا مشہور واقعہ ہے۔ آپؓ کے زمانۂ خلافت میں سرکاری خزانے میں بحرین سے بڑی تعداد میں مشک وغیرہ آیا۔ حضرت عمرؓ کی خواہش ہوئی کہ اسے کسی اچھا وزن کرنے والی خاتون سے وزن کرا کے مسلمانوں میں تقسیم کیا جائے۔ شاید یہ خواہش بھی اسی احتیاط کے پیشِ نظر ہو کہ ایسی نازک چیز کے لیے نازک ہاتھ کا وزن ہی مناسب ہوگا۔ ان کی بیوی عاتکہؓ کی طرف سے اس وضاحت کے باوجود کہ وہ بہت اچھا وزن کرتی ہیں، خلیفہ دوم نے ان سے یہ خدمت لینے سے انکار کردیا۔ عذر یہ تھا کہ وزن کے دوران انگلی میں لگ جانے والے مشک وغیرہ کو کہیں وہ اپنی کان کی لو اور گردن میں مل لیں اور اس طرح خلیفۂ وقت کے حصہ میں اس مال میں سے عام مسلمانوں سے کچھ زیادہ پہنچ جائے۔ ۳۰؎ دوسرے موقع پر ہے کہ حضرت فاروق اعظمؓ مالیات کے سلسلے میں غیر معمولی احتیاط برتتے تھے تو اس کے لیے وہ اللہ کے رسول ﷺ کے اس ارشاد کا حوالہ دیتے تھے:

من مات غاشًا لرعيته لم يرح رائحة الجنة ۳۱؎

جو شخص اپنی رعایا کے ساتھ کھوٹ کرتے ہوئے مرے گا، اسے جنت کی ہوا نصیب نہ ہوگی۔

لیکن یہ چیز جتنی محبوب اور پسندیدہ ہے اس کے تقاضے اتنے ہی مشکل ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اپنے محبوب صحابی حضرت ابو ذر غفاریؓ کو خطاب کرتے ہوئے اللہ کے آخری رسول ﷺ نے آج سے چودہ سو سال پہلے اس کی طرف توجہ دلا دی تھی:

يا أباذر إنّ الإمارة أمانة وهي يوم القيامة خزى وندامة إلاّمن أخذها بحقّها ثم أدّى الذى عليه فيها وأنّى لهٗ ذلك يا أباذر. ۳۲

اے ابوذرؓ! حکومت کی ذمہ داری امانت ہے اور قیامت کے دن یہ رسوائی اور شرمندگی کا باعث ہوگی۔ اس سے صرف وہ شخص محفوظ ہوگا جو اس کو اس کے حق کے ساتھ لے اور اس میں رہتے ہوئے اس کا حق ادا کرے۔ اور اے ابوذرؓ! ایسا کر پانا کیا آسان ہے؟۔

سیاست میں اس امانت کے بجائے جب خیانت کا دور دورہ ہو جائے، جیسا کہ ہمارے زمانہ کا یہ وبائی مرض ہے تو یہ خطرے کی گھنٹی ہے۔ آپ ﷺ کی دوسری حدیث کے مطابق جب معاملاتِ دنیا نااہلوں اور خیانت کاروں کے حوالہ ہو جائیں تو یہ قربِ قیامت کی علامات میں سے ہے:

إذا ضُيّعت الأمانة فانتظر الساعة

جب امانت ضائع کی جانے لگے تو قیامت کا انتظار کرو۔

اس پر سوال کرنے والے نے سوال کیا کہ یہ امانت کس طرح ضائع کی جائے گی؟ اس کی تشریح میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إذا أُسند الأمر إلى غير أهله فانتظر الساعة. ۳۳

جب اقتدار نااہلوں کے سپرد ہو جائے تو قیامت کا انتظار کرو۔

اتباعِ ہویٰ سے گریز:

اسی طرح اسلام سیاست کو خواہشِ نفس کے فتنے سے مامون و محفوظ رکھنے کا سامان کرتا ہے۔ فلسفے اور نفسیات کی گہرائیوں میں نہ جاتے ہوئے انسان کے اندر ایک

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قوت ہے جو اکثر و بیش تر اسے جادۂ حق سے ہٹانے کا سبب بنتی ہے۔ ذہن اور دماغ سے آدمی اچھی طرح سمجھتا ہے کہ وہ جو کچھ کر رہا ہے یا کرنے جا رہا ہے وہ غلط ہے اور اسے اس سے باز رہنا چاہیے، لیکن وہی قوت اور داعیہ اس کو بالکل بے بس بنا دیتا ہے اور وہ کچھ کرتا اور کر جاتا ہے جس کے ناحق اور نادرست ہونے میں اسے کوئی شبہ اور اشکال نہیں ہوتا ہے۔ انسان کی یہ قوت اور اس کا یہ داعیہ خواہشِ نفس ہے جس کے لیے قرآن 'ہویٰ' کا لفظ استعمال کرتا ہے اور جسے اس کے لغت میں ایک مستقل اصطلاح کی حیثیت حاصل ہے۔ اسلام اپنے عام ماننے والوں اور پیروکاروں کے ساتھ خاص طور پر حکومت کے ذمہ داروں اور سربراہانِ اجتماعیت کو اس سب سے بڑے مرض سے بچے رہنے کی تاکید کرتا ہے۔ آخری نبی ﷺ سے قریب سولہ سو سال قبل کے خانوادۂ بنی اسرائیل نے جلیل القدر پیغمبر حضرت داؤد علیہ السلام کے حوالہ سے قرآن کا یہ پیغام قیامت تک کے لیے دنیا کے تمام حکم رانوں، حکومت کے سربراہوں، صدورِ مملکت اور وزراءِ اعظم کے لیے عام ہے:

يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ (ص:۲۶)	اے داؤدؑ! بے شک ہم نے آپ کو زمین میں نائب قرار دیا ہے تو آپ لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کیجیے اور آپ خواہشِ نفس کی پیروی نہ کیجیے جس سے کہ آپ اللہ کے راستے سے بھٹک جائیں۔ بلا شبہ جو لوگ اللہ کے راستے سے بھٹک جاتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہوگا اس لیے کہ وہ حساب کے دن کو یاد نہیں رکھ سکے۔

یہ آیتِ کریمہ اسلام کے نظامِ سیاست کی اصل و اساس ہے۔ اس کی ابتداء میں ہی اس کی صراحت ہے کہ انسان اس سرزمین میں بالکل آزاد اور خود مختار نہیں ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وہ اللہ کے نائب کی حیثیت سے محدود اختیارات کا ہی مالک ہے۔ اور اسی دائرے میں اپنی آزادی کے استعمال سے وہ دنیا و آخرت میں کامیابیوں سے ہم کنار ہوسکتا ہے۔ اس کے بعد لوگوں کے درمیان حق و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنے کا حکم ہے، جسے دنیا میں حکومت و سیاست کا اول و آخر کہا جاسکتا ہے۔ اسی سے متصل خواہشِ نفس سے بچنے اور دُور رہنے کی تاکید اور اس سے متعلق یہ وعید ہے کہ اس کے دام میں گرفتار ہوکر آدمی اللہ کے راستے سے بھٹک جاتا اور بے راہ روی میں بہت دور نکل جاتا ہے۔ دیکھا جائے تو حق کے ساتھ فیصلہ اور خواہشِ نفس سے گریز میں بڑا قریبی تعلق ہے، بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ یہ دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم کی حیثیت رکھتے ہیں۔ خواہشِ نفس کے آتے ہی حق و انصاف رخصت ہوجاتا ہے۔ جس حکم راں اور بادشاہ کی ذات اس کی خواہشِ نفس کی آماجگاہ بن جائے، وہ ذات کبھی بھی حق و راستی کی جلوہ گاہ نہیں بن سکتی۔ مزید خواہشِ نفس کی اس پیروی میں بڑی وسعت ہے۔ ضروری نہیں ہے کہ یہ ہر حال میں ذاتی اور انفرادی ہی ہو، بلکہ بہت سی صورتوں میں اس کا محرک گروہی، نسلی، قومی، لسانی، علاقائی اور بین الاقوامی ہوسکتا ہے۔ خواہشِ نفس کا یہ محرک جتنا طاقت ور اور وسیع الجہات ہوگا، اس کا لایا ہوا فساد اور اس کے نتیجے میں برپا ہونے والی زیادتی اور بے انصافی کا دائرہ بھی اسی کے مطابق وسیع سے وسیع تر ہوگا۔ معاصر دنیا کی ملکی اور عالمی سیاست کے منظر نامے پر ایک سرسری نظر ڈال کر ہی اس حقیقت کا ادراک کیا جاسکتا ہے۔ آیتِ کریمہ کے آخری حصہ میں اسی حکم کا لحاظ نہ کرنے والوں کے لیے آخرت کے سخت عذاب کی دھمکی ہے۔ جسے اسلامی سیاست کا اول و آخر نکتہ کہا جاسکتا ہے۔ آج زندگی کے مختلف دائروں میں خرابی اور بگاڑ کے ساتھ سیاست کے میدان میں جو سب سے بڑا فساد اور بگاڑ ہے اس کی اصل وجہ یہی ہے کہ انسان آخرت کی جواب دہی کے احساس سے عاری ہوگیا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ جو جتنا ہی با اختیار ہے اسی پیمانے پر وہ اپنے نامۂ اعمال کو سیاہ کررہا ہے۔ اور اپنے آخرت کے انجام کو تاریک سے تاریک تر کرنے میں لگا ہوا ہے۔ اس سے آگے ارشاد ہے:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلاً ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ (صٓ: ۲۷۔۲۸)

اور ہم نے زمین و آسمان اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان کو بے مقصد پیدا نہیں کیا۔ یہ ان لوگوں کا خیال ہے جو کفر کے راستے پر گامزن ہیں تو ایسے کافروں کے لیے دوزخ کی تباہی ہے۔ کیا ہم وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنھوں نے نیک عمل کیے ان کو زمین میں فساد برپا کرنے الوں کے مانند کردیں گے۔ یا یہ کہ ہم (اللہ سے) ڈر کر رہنے والوں کو نافرمانوں کے مانند بنادیں گے۔

حق و انصاف کے معاملے میں معاصر دنیا کی سیاست کی آخری اڑان یہ ہے کہ اس کے سلسلے میں ملکی دساتیر اور کچھ عالمی کنونشنوں اور ریزولشنوں کا حوالہ دے دیا جائے۔ آیتِ بالا کے حوالہ سے اسلام اس مسئلہ کو آسمان کی بلندیوں تک لے جاتا ہے۔ کہا یہ جارہا ہے کہ خواہشِ نفس کے دباؤ میں حق و انصاف کی پامالی روحِ کائنات کے منافی ہے۔ پیدا کرنے والے نے زمین و آسمان کو بے مقصد پیدا نہیں کیا، جس کے نتیجے میں یہاں جو جیسے چاہے رہے اور جو چاہے کرے۔ اس کے بجائے اس کائنات کا ایک بامقصد آغاز ہے۔ اسی طرح ایک خاص مقصد کے تحت اس کا انجام ہونا ہے۔ اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں ہر شخص کی جو اچھی اور بری کارکردگی ہوگی تخلیقِ کائنات کی اس مقصدیت کے پیشِ نظر اس کو اس کے مختلف انجام سے دوچار ہونا ہوگا۔ اس کا برعکس خیال اہلِ کفر و شرک کی خام خیالی ہے اور بہت جلد ان کی اس خام خیالی کا پردہ چاک ہوجائے گا۔ آگے اس سلسلے کی آخری نصیحت ہے کہ حکومت اور اقتدار کے نشے سے آزاد ہوکر لوگ کتاب اللہ کی قرار واقعی قدر دانی کریں۔ اس کے بیان کردہ حقائق پر لوگ تھوڑا سا بھی غور کرسکیں تو حقیقت حال ان کے سامنے آجائے اور بے انصافی اور خواہشِ نفس دونوں کی آفات سے وہ اپنے کو بچانے میں کامیاب ہوجائیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ. (صٓ: ۲۹)

یہ کتاب جو ہم نے آپ پر اتاری ہے بڑی برکت والی ہے۔ تاکہ لوگ اس کی آیتوں پر غور کریں اور تاکہ سمجھ دار لوگ (اس سے) یاد دہانی حاصل کریں۔

پیغمبر اللہ تعالیٰ کے فضلِ خاص سے اپنی خواہشِ نفس کے فتنہ سے مامون کردیا جاتا ہے۔ لیکن مروّت میں وہ دوسرے کے کہنے میں آ سکتا اور اس کی خواہشِ نفس کا اثر لے سکتا ہے۔ چناں چہ اللہ کے آخری رسول علیہ السلام کو صاف لفظوں میں سمجھا دیا گیا کہ خواہشِ نفس کی بادِ سموم کا کوئی جھونکا آیا نہیں کہ عدل و انصاف کی فصلِ نازک کا جھلس جانا یقینی ہے، ارشاد ہے:

فَلِذٰلِكَ فَادْعُ وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمُ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ. (شوریٰ: ۱۵)

تو اس لیے (اے نبیؐ) آپ (لوگوں کو) دعوت دیجیے اور جیسا کہ آپ کو حکم دیا جارہا ہے (اپنے راستہ پر) جمے رہیے اور مخالفوں کی خواہشات کی پیروی نہ کیجیے۔ اور کہہ دیجیے کہ اللہ نے مجھ کو جو عظیم کتاب دی ہے میں اس پر ایمان رکھتا ہوں اور مجھ کو حکم دیا گیا ہے کہ تمہارے درمیان انصاف کروں۔ اللہ ہمارا رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔ ہمارے کام ہمارے کام آئیں گے اور تمہارے کام تمہارے لیے ہوں گے۔ اب ہم کو ایک دوسرے سے بحث کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

اس آیتِ کریمہ سے اتباعِ ہویٰ کے اس مرض کی بڑھی ہوئی تباہ کاری اور ہلاکت خیزی کا بھی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ اس کے نتیجے میں آدمی وقتی طور پر زیادتی اور بے انصافی کا ہی ارتکاب نہیں کرتا، بلکہ یہ مرض شدت پکڑ جائے تو اس کی وجہ سے آدمی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قرآن اور پیغمبر کا انکار کرسکتا ہے اور توحید کے مقابلے میں کفر اور شرک کو ترجیح دے سکتا ہے۔ جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں ایسا ہو چکا ہے اور آج بھی پھیلی ہوئی دنیا میں اس کے بہت بڑے حصے پر اس کی مثالیں دیکھی جاسکتی ہیں۔ سورۂ جاثیہ کی آیاتِ ذیل میں اس مضمون کو کھول دیا گیا ہے، جہاں حیات و کائنات کی اس سب سے بڑی حقیقت سے پردہ اٹھایا گیا ہے کہ بہت سی صورتوں میں یہ خواہشِ نفس آدمی کے لیے خدا کا درجہ اختیار کرلیتی ہے اور صبح سے شام تک وہ اسی کی پرستش میں گرفتار رہتا ہے۔ شرک و کفر کا یہ وہ مرحلہ ہے جس کی سرحدیں صاف الحاد اور انکارِ خدا سے جاملتی ہیں، جس کے بعد انسان کی بصیرت اور بصارت دونوں پر ہمیشہ کے لیے گم راہی کا قفل چڑھ جاتا ہے اور ہدایت کی تمام راہیں اس کے لیے مسدود ہو جاتی ہیں:

اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهُ هَوٰهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّ خَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ وَقَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ. (جاثیہ: ۲۳-۲۴)

تم کیا سمجھتے ہو کہ جس نے اپنی خواہشِ نفس کو اپنا معبود ٹھہرالیا ہے اور اللہ نے جانتے ہوئے اس کی قسمت میں گم راہی لکھ دی ہے اور اس کے کان اور اس کے دل پر مہر لگادی ہے اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا ہے، تو اللہ کے بعد ایسے شخص کو کون راہ دکھا سکتا ہے، تو کیا تم یاد دہانی نہیں حاصل کرتے ہو۔ اور کافروں کا کہنا ہے کہ یہ تو بس ہماری دنیا کی زندگی ہے، ہم ایسے ہی مرتے اور جیتے ہیں اور یہ زمانہ ہی ہے جو ہمارا کام تمام کرتا ہے، لیکن ان کو حقیقت کا کچھ پتہ نہیں ہے وہ تو بس اندھیرے میں تکا چلاتے ہیں۔

لوگوں کی نظر میں یہ خواہشِ نفس معمولی چیز ہوسکتی ہے، لیکن اللہ کی کتاب کے نزدیک اس سے بڑھ کر انسان اور کائنات کے لیے ہلاکت اور تباہی کو دعوت دینے والی کوئی دوسری چیز نہیں۔ حق بے اثر ہو جائے اور زمین پر لوگوں کی خواہشات کی حکم رانی قائم ہو جائے تو زمین اور اہلِ زمین کو تباہی اور بربادی سے بچانے کا کوئی امکان باقی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہیں رہتا، لیکن افسوس ہے کہ لوگ اس یاد دہانی سے فائدہ اٹھانا نہیں چاہتے:

وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوَاتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُعْرِضُوْنَ.

(مومنون: ۷۱)

اور اگر حق اہلِ باطل کی خواہشات کا پابند ہو جائے تو زمین و آسمان میں فساد برپا ہو جائے اور ان کے درمیان جتنے رہنے والے ہیں سب اس کی لپیٹ میں آ جائیں، حقیقت یہ ہے کہ ہم ان کے پاس ان کی یاد دہانی کا سامان لے کر آئے ہیں لیکن وہ اپنی یاد دہانی سے منہ موڑتے ہیں۔

حدیث سے بھی خواہشِ نفس کے اس مرض کی یہی برائی سامنے آتی ہے جس سے مسلمانوں کی انفرادی و اجتماعی زندگی کے تمام دائروں کی طرح ان کی حکومت و سیاست کو بھی محفوظ رکھنا ضروری ہے:

وأما المهلكات فهوى متبع وشحّ مطاع وإعجاب المرء بنفسه و هو أشد هنّ. [۳۴]

رہیں ہلاک کرنے والی چیزیں تو وہ خواہشِ نفس ہے جس کے پیچھے آدمی بھاگنے لگے اور لالچ اور بخل ہے جس کا آدمی غلام ہو جائے اور خود رائی و خود پسندی ہے جو ان سب میں بڑھ کر ہلاکت خیز ہے۔

(باقی)

حواشی و مراجع

۱۔ مزید ملاحظہ ہو: انفال: ۶۳، حجر: ۸۸ اور شعراء: ۲۱۵

۲۔ صدرِ اول کے پس منظر میں غلاموں اور باندیوں کی مختلف قسموں میں ایسے غلام کو ”مدبّر“ کہا جاتا ہے جو اپنے آقا کے مرنے پر اس کی وصیت کے مطابق اپنے آپ آزاد ہو جاتا ہے۔

۳۔ صحیح بخاری، کتاب الاحکام، باب بیع الامام علی الناس اموالہم وضیاعہم۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۴ صحیح بخاری، حوالہ سابق، باب کتاب الحاکم الیٰ عمالہ، والقاضی الیٰ أمنائہ

۵ صحیح بخاری، کتاب الأحکام، باب من استرعی رعیۃ فلم ینصح، صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضیلۃ الامام العادل......الخ

۶ صحیح بخاری، حوالہ سابق، صحیح مسلم، حوالہ مذکور

۷ صحیح مسلم، حوالہ بالا

۸ صحیح بخاری، کتاب الاحکام، باب من بایع رجلا لا یبایعہ الا للدنیا۔

۹ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان انہ لا یدخل الجنۃ الا المومنون الخ۔ یہ ایک جامع حدیث ہے، اس کی تشریح کے لیے ملاحظہ کیجیے، مولانا سید جلال الدین عمری کی کتاب معروف ومنکر، مطبوعہ مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز نئی دہلی،

۱۰ شرح نووی لصحیح مسلم: ۱/۱۳۷، طبع جدید، دار الریان للتراث، القاہرہ، طبعہ اولیٰ ۱۴۰۷ھ، ۱۹۸۷ء

۱۱ نووی: ۱/۳۸، حوالہ بالا

۱۲ نووی، حوالہ سابق

۱۳ نووی: ۱/۳۹، حوالہ مذکور

۱۴ امام غزالی (م ۵۰۵ھ) احیاء علوم الدین: ۳/۱۲۷، طبع قدیم، عامرہ شرفیہ، مصر ۱۳۲۶ھ، وبہامشہ کتاب ''عوارف المعارف'' للسہروردی

۱۵ مفاتیح الغیب: ۳/۲۴۶، عامرہ شرفیہ، مصر ۱۳۰۸ھ، طبعہ اولیٰ

۱۶ مفاتیح الغیب: ۳/۲۴۷

۱۷ الکشاف عن حقائق التنزیل: ۱/۵۳۵، طبع جدید، مصطفیٰ البابی الحلبی واولادہ، مصر، طبعہ اخیرہ ۱۳۹۲ھ، ۱۹۷۲ء، تحقیق روایات: محمد صادق القمحاوی،

۱۸، ۱۹، ۲۰ تفسیر ابن کثیر: ۱/۵۱۵، مکتبہ تجاریہ کبریٰ، مصر ۱۳۵۶ھ، ۱۹۳۷ء۔

۲۱ تفسیر ابن کثیر: ۱/۵۱۶

۲۲ تفسیر الجلالین/ ۱۱۱، طبع جدید، بیروت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۲۳۔ جلالین/۱۱۰،۱۱۱۔ مفاتیح الغیب: ۳/۲۴۶-۲۴۷

۲۴۔ تفسیر ابن کثیر: ۱/۵۱۵

۲۵۔ الکشاف عن حقائق التنزیل: ۱/۵۳۵

۲۶۔ ایک حوالہ کے لیے تفسیر ابن کثیر: ۱/۵۱۸ جہاں اس نکتے کو بہت کھول کر اور بہت وضاحت کے ساتھ لکھا گیا ہے۔

۲۷۔ ایک نمونہ کے لیے یہودی کے ساتھ ایک جھگڑے میں امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی قاضی شریح کی عدالت میں حاضری۔ حوالہ کے لیے ہماری کتاب: اسلام کا تصور مساوات کی متعلقہ بحث۔

۲۸۔ صحیح بخاری، کتاب الاحکام، باب قول اللہ تعالیٰ: اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم، صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب وجوب طاعۃ الامراء فی غیر معصیۃ وتحریمہا فی معصیۃ

۲۹۔ بخاری، حوالہ سابق، صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضیلۃ الامام العادل وعقوبۃ الجائر......الخ

۳۰۔ ابن جوزی: سیرۃ عمر بن الخطابؓ، الدار القومیہ، مصر، ص ۱۱۱

۳۱۔ طبقات ابن سعد، دار مصادر بیروت، ۱۳۷۷ھ، ۱۹۵۷ء، ۳/۲۹۹

۳۲۔ امام محمد م ۱۸۹ھ: کتاب الآثار/ ۱۲۸، مطبع اسلامی لاہور، ۱۹۱۸ء، امام ابو یوسف (م ۱۸۲ھ) کتاب الآثار/۲۱۳، إحیاء المعارف النعمانیہ، حیدرآباد الدکن الہند، طبعہ اولیٰ ۱۳۵۵ھ، تصحیح وتعلیق: ابو الوفاء۔ نیز ملاحظہ ہو: صحیح مسلم، کتاب الامارہ، باب کراہۃ الامارۃ بغیر ضرورۃ۔

۳۳۔ صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب رفع الامانۃ۔

۳۴۔ بیہقی فی شعب الایمان، بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب الغضب والکبر، فصل ثالث۔

☆☆☆

© rasailojaraid.com